

ظلم و ستم

<?xml encoding="UTF-8?>

معاشرے میں عدالت کی ضرورت

تاریخی مطالعہ اور انقلابات کی تحقیق ہم کو اس اہم نکتہ کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ تمام اقوام و قبائل اور مختلف ادوار میں جتنے بھی انقلابات و بغاوتیں ہوئی ہیں ان سب کا محور عدالت و انصاف تھا۔ جن لوگوں کے حقوق پامال کئے گئے، جو ظلم و ستم کی چگئی میں پستے رہے انہیں لوگوں نے مردانہ طریقہ سے شیطانی نظاموں کا مقابلہ کیا اور گوہر آزادی کو حاصل کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور انتھک کوششوں کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول میں لگے رہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کی اکثر و بیشتر کوششیں نا کام رہیں اور وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچے بغیر ملک عدم کے راہی ہو گئے اور اس در مقصود کو حاصل نہ کر سکے اور اپنی امیدوں میں نا کام رہے۔

ان لوگوں کی ناکامی کا سبب اس نکتہ کی طرف متوجہ ہونے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ جب بھی معاشرہ کا مزاج اپنی عدالت طبعی کے مدار سے ہٹ جاتا ہے اور اس کے مزاج میں انحطاط و پلیدگی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ معاشرہ عدالت پذیر نہیں ہوتا اور نہ وہ کبھی انصاف سے متصف ہو پاتا ہے، عدالت کا جاری کرنا کچھ ایسے شرائط پر موقوف ہوتا ہے جو اسکے لئے معین و مدد گار ہوں اور جب تک وہ شرائط متحقق نہ ہو جائیں عدالت کا نفاذ نا ممکن ہوتا ہے۔

سب سے پہلے تو معاشرے کو ایک ایسے قانون کی ضرورت ہوتی ہے جو عدالت کی بنیاد پر وضع کیا گیا ہو اور جس میں ہر طبقہ اور ہر فرد کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہو نیز وہ مصالح عمومی پر بھی منطبق ہو اور اس کے بعد اساسی تربیت اور پسندیدہ اخلاق کی تربیت بھی دی گئی ہو۔

عدالت ایک ایسا فطری قانون ہے جس کا تمام عالم تکوین میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، خداوند عالم نے خط سیر جہاں کو عدالت کی بنیاد پر قائم کیا ہے۔ جس سے تخلف نا ممکن ہے خود انسان اپنے بدن کے اندر اعضاء کے درمیان اسرار آمیز ہم آہنگی و ہمکاری کا مطالعہ کر سکتا ہے جو عالم تخلیق کی عظیم دستگاہ کا حیرت انگیز مبنی بر تعادل دقیق کا درخشاں ترین نمونہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہم اپنے صفحہ وجود کے مطالعہ سے پورے عالم کے نظام کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

نظام کائنات کے اندر جس تعادل کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ قہری توازن ہے ارادی نہیں ہے، البتہ انسان چونکہ اپنے ارادہ و اختیار میں استقلال رکھتا ہے اس لئے یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے معاشرہ میں اپنے ارادہ و اختیار سے عدالت کی بنیادوں کو مضبوط کرے۔ انسان کی قوت عاقلہ جس طرح بعض مقامات پر تشریعی ہدایت کی محتاج ہے اسی طرح بعض مقامات پر شرع کی ہدایت و رہنمائی سے بے نیاز بھی ہے۔ وہ خود مستقلاً حقائق کا ادراک کر کے اس کے مطابق فیصلہ کر سکتی ہے۔ عقل اچھے کاموں کو قابل قدر سمجھتی ہے اور برے کاموں پر توبیخ و مذمت کرتی ہے۔

بشری زندگی میں عدالت بہت ہی حساس و اہم درجہ رکھتی ہے اور یہ عدالت منجملہ ان اوصاف کے ہے جو سرچشمہ فضائل ہوتے ہیں۔ مختصر اُ یہ ہے کہ عدالت ایک ایسی حالت ہے جو انسان کو شائستہ و

پسندیدہ اعمال کے بجا لانے پر آمادہ کرتی ہے ۔ عدالت ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانی معاشرے کو ایک دوسرے سے مرتبط کرتی ہے اور معاشروں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرتی ہے بلکہ معاشروں کو خیر و صلاح کے راستہ پر چلانے کا سبب ہوتی ہے ۔

مشہور یونانی فلسفی افلاطون کہتا ہے : جس انسان کے نفس میں عدالت پیدا ہو جاتی ہے ، تو پھر اس کی شعاعیں اس کی تمام قوتوں پر پڑتی ہیں کیونکہ تمام انسانی فضائل اور پسندیدہ صفات کا مرکز یہی عدالت ہے اور یہی عدالت انسان کو مخصوص اعمال بجالانے پر قدرت عطا کرتی ہے اور یہی انسان کی انتہائی سعادت اور خداوند عالم سے تقرب کا ذریعہ ہے ۔

اگر منظم اجتماعی زندگی کی عمارت کی خشت اول عدالت کو کہیں تو بعید نہیں ہے اسی عدالت کے سبب انسان اپنی زندگی میں فصل جدید کا آغاز کرتا ہے اور اسی عدالت کی بدولت معاشرہ میں نئی روح پھونکی جاتی ہے، یہی عدالت حیات انسانی کے محیط کو پر فروغ بناتی ہے اور زندگی کو جلال و جمال عطا کرتی ہے ۔ جس معاشرے کے اندر عدالت کا دور دورہ ہوتا ہے ، وہ معاشرہ اس عدالت کی بنا پر حیات دائمی کا مستحق ہو جاتا ہے اور تمام مشکلات کو حل کر لیتا ہے ۔

ظلم کے بھڑکتے شعلے

معاشرہ کو کمزور و مضمحل کرنے میں اور اخلاقی و اجتماعی امن عامہ کے بر باد کرنے میں ظلم و ستم کی تاثیر نا قابل انکار ہے ۔ جو لوگ کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں ۔ ظلم و ستم کا روابط کی شکست و ریخت اور معاشرہ کے نظام کو پراگندہ کرنے میں بہت بڑا دخل ہوتا ہے ۔ ظالم و جابر طاقتیں نہ صرف یہ کہ اپنے تمدن کو کھو بیٹھتی ہیں بلکہ اپنے اقتدار سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں ۔ ان ظالموں کی تاریخ زندگی پڑھنے سے انسان کو اچھی خاصی عبرت ہوتی ہے ، جنہوں نے اپنے مظالم کے روح فرسا انجام کو دیکھا ہے ۔

محمد ابن عبد الملک خلفائے بنی عباس کی بارگاہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا ۔ اس کو وزارت کا عہدہ دیا گیا تھا ۔ اس سنگدل و ظالم نے قیدیوں کو سزا دینے کے لئے ایک بہت بڑا آہنی تنور بنوا رکھا تھا اور اس تنور کی اندر ونی دیواروں میں بڑی بڑی لوہے کی میخیں بنوا رکھی تھیں ۔ قیدیوں کو اس تنور میں قید کر دیتا تھا ۔ یہی نہیں بلکہ اس کے نیچے آگ بھی روشن کر دیتا تھا اور اس طرح قیدی تڑپ کر جان دیدیتا تھا ۔ جب متوکل تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے محمد بن عبد الملک کو وزارت کے عہدے سے معزول کر دیا اور اس کو اسی آہنی تنور میں مقید کر دیا جو اس نے دوسروں کے لئے بنوا رکھا تھا ۔ جب محمد بن عبد الملک کی زندگی کا آخری وقت آیا تو اس نے کاغذ و دوات منگوا کر دو شعر اس کاغذ پر لکھ کر کھلا خط متوکل کے پاس بھیجوا دیا وہ دونوں شعر یہ ہیں :

ہی السبیل فمن یوم الی یومکاتہ ما تراک العین فی نوم

لا تجز عن رویدا انها دولدنیا تنقل من قوم الی قوم

” دنیا ایک گزر گاہ ہے جس کو روزانہ چل کر ختم کیا جاتا ہے یہ دنیا خواب کے مانند ہے رنجیدہ و غمگین نہ ہو آرام سے رہو ۔ یہ دنیا تو ایسا سرمایہ ہے جو ہر روز دوسروں کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے ۔“

متوکل نے جب ان شعروں کو پڑھا تو فوراً اس کی آزادی کا حکم دیدیا لیکن اس میں دیر ہو چکی تھی محمد بن عبد الملک تڑپ کر جان دے چکا تھا ۔

جی ہاں جو لوگ دنیا کو تنازع للبقاء کا میدان سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ اپنی شان و شوکت کو برقرار رکھنے کے لئے کمزوروں پر ظلم کرتے رہتے ہیں اور کسی بھی جرم کے ارتکاب سے دریغ نہیں کرتے لیکن ان کو بہت زیادہ مہلت نہیں ملتی مظلوموں کے سینوسے نکلنے والی آہ ان کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور ایک خونیں انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ۔

ظالم کسی خاص طبقہ یا کسی خاص فرد سے مخصوص نہیں ہے ۔ اگر کوئی شخص بغیر کسی قید و بند کے زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا چاہے اور قوانین کے دائرے سے باہر قدم رکھ دے ۔ تو وہ ظالم و ستمگار ہے ۔

افسوس آج کل معاشرے کے اندر ظلم و ستم قوس صعودی کو طے کر رہا ہے ۔ ظلم کے شعلے معاشرے کے خرمن ہستی کو پھونکے دے رہے ہیں ۔ تمدن بشری کی بنیادوں کو کھو دے ڈال رہے ہیں ۔ ظالم و ستمگر اپنی طاقت بھر معاشرہ بشری کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں ۔ لوگوں کے بے پناہ منابع ثروت کو لوٹے لے رہے ہیں ۔ فرشتہ عدالت ایک بے جان مجسمہ بن کر رہ گیا ہے ۔

دین کا ظلم سے مقابلہ

قرآن مجید ستمگاروں کے انجام کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے : ” و تلک القرئ اهلکنا ہم لما ظلموا و جعلنا لمهلکم موعدا “ (۱)

اور ان بستیوں کو (جن کو تم دیکھتے ہو) جب ان لوگوں نے سر کشی کی تو ہم نے ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کا وقت معین کر دیا تھا ۔

رہبران دین معاشرہ کی پائنداری سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے ۔ عدل و انصاف کی وسعت کے لئے دل سے خواہاں تھے اور یہی ان کا اصلی مقصد تھا ، انہیں حضرات نے معاشرے میں ظلم و ستم کے مقابلے میں قیام کرنے کی ہمت پیدا کی ۔ ظالموں کی کمین گاہوں کو مسخر کر لیا ، ان کی وحشیانہ طاقتوں کو شکست دیدی ۔ ظلم کو ناقابل عفو قرار دیدیا اور لوگوں کو اس کے قریب جانے سے اتنا روک دیا کہ شرک کو بھی ایک قسم کا ظلم قرار دیدیا ۔

در حقیقت بزرگان دین و پیشوایان مذہب کا رویہ و طور طریقہ خود ہی ظلم کے خلاف ایک عظیم قیام تھا ۔ قرآن کا اعلان ہے : ” لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معہم الکتاب و المیزان ليقوم الناس بالقسط “ (۲) ” ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح روشن معجزے دیکر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کی ترازو نازل کی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں ۔ “

چونکہ اسلام کا سب سے بڑا مقصد ہر چیز میں عدالت قائم کرنا ہے اس لئے وہ اپنے ماننے والوں کو ہر ایک کے ساتھ کسی چیز کا اعتبار کئے بغیر اور کسی شخصی عنوان کا لحاظ کئے بغیر عدالت و مساوات برتنے کا حکم دیتا ہے ۔ حق کشی و ستمگری کو ہر اعتبار سے ہر شخص کے ساتھ ممنوع قرار دیتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے : ” یاایہا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط و لا یجرمنکم شأن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقویٰ “

” اے ایماندارو خدا کی خوشنودی کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دو اور خدا کے لئے قیام کرو ، تمہیں کسی قبیلے کی دشمنی خلاف عدالت کام پر آمادہ نہ کر دے (بلکہ) تم ہر حال میں عدالت سے کام لو یہی پرہیز گاری سے بہت قریب ہے ۔

اسی طرح عدالت و قضاوت کے سلسلے میں ارشاد فرما رہا ہے :

” و اذا حکمتہم بین الناس ان تحکموا با لعدل “ (۴)

” اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے فیصلے کرو ۔“

اسلام کی نظر میں عدالت کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اگر کسی شخص کے اندر تمام خصوصیات جمع ہوں لیکن عدالت نہ ہو تو وہ مسند قضاوت پر بیٹھنے کا حق نہیں رکھتا ۔

خود والدین کی حساس و بنیادی ذمہ داریوں میبایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کے معاملے میں بھی اصول عدالت کا لحاظ رکھیں تاکہ بچوں کی سرشت میں عدالت راسخ ہو جائے اور ان کی طبیعت کبھی ظلم و ستم کی طرف مائل نہ ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ہر قسم کی عدالت برتی جائے ۔ جن بچوں کے والدین عدالت سے کام نہیں لیتے ان کے اندر کبھی یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ وہ فطرتاً ظلم و ستم کے عادی ہوں گے ۔ ایسے بچے معاشرے کے اندر حق کشی اور تجاوز کریں گے بلکہ والدین بھی ان سے عادلانہ برتاؤ نہیں دیکھیں گے ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس روحانی و تربیتی موضوع کی طرف توجہ فرمائی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کی بہت تاکید فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں : اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے بچے تمہارے ساتھ مہر و محبت ، نیکی و عدالت کا برتاؤ کریں تو ان کو کچھ بھی دینے میں انکے ساتھ عدالت و مساوات رکھو ۔ (۵)

برٹرانڈر اسل کہتا ہے : انسانی نفس بخار کی طرح ہمیشہ روبرقی ہے۔ اس لئے بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ خارجی تعلیمی دباؤ کو اس طرح قرار دیں کہ بچوں کے ذہن و فکر ، قلبی میلان و جذبات اس کو قبول کر لیں ۔ تربیت کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ان کو ہر وقت زود کوب کیا جائے اس سلسلے میں سب سے زیادہ ضروری چیز عدالت کا برتنا ہے ۔ عدالت ایک ایسا مفہوم ہے جس کے لئے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ بچوں کے افکار و عادات میں رفتہ رفتہ کر کے داخل کریں ۔ عدل کی صحیح تربیت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس بچے کے ساتھ کئی اور بچے ہوں جو چیز ایسی ہو کہ جس سے ایک وقت میں صرف ایک ہی بچہ لذت و مسرت حاصل کر سکتا ہو اور اس کے حصول کے لئے ہر ایک کی کوشش ہو مثلاً سائیکل کی سواری کہ ہر بچے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ بلا شرکت غیر سے صرف وہی استفادہ کرتے تو یہاں پر عدالت کی تربیت دینا ممکن ہے ۔ اس طرح کہ بزرگ حضرات نمبر لگا دیں آپ کو تعجب ہو گا کہ تمام بچوں کی خواہشات مغلوب ہو جائیں گی اور سب اس پر تیار ہو جائیں گے، میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ حس عدالت جبلی و فطرتی ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ کتنی جلدی یہ عدالت اس نے مان لی تو مجھے بہت تعجب ہوا لیکن اس میں عدالت حقیقی ہونا چاہئے اس میں ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح نہیں دینی چاہئے ۔ اگر آپ کسی ایک بچے سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو اس کا لحاظ رکھئے کہ اپنے جذبات پر کنٹرول کیجئے ۔ ایک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کھیل کود کے اسباب (اور کھلونوں) میں مساوات رکھیئے ۔ کسی مشق یا اخلاقی ورزش کے ذریعے بچوں میں عدالت پیدا کرنا سعی لا حاصل ہے ۔

معصوم علیہ السلام کا ارشاد ہے : اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی و حسن سلوک کرے تو

اپنی اولاد کے درمیان عدالت و مساوات برتو اور خدا سے ڈرو! (۶)

حضرت علی علیہ السلام نے جب محمد ابن ابی بکر کو مصر کی گورنری دی ہے تو جو دستوران کو دیے ہیں ، ان میں سے ایک یہ ہے : ان کے لئے اپنے بازوؤں کو جھکادو ۔ ان کے ساتھ خوشروئی سے پیش آؤ ۔ ان کے ساتھ اوقات و لمحات میں مواسات کرو تاکہ بڑوں کو تم سے ظلم کی توقع نہ رہے اور غریبوں کو تمہارے انصاف سے مایوسی نہ ہو ۔ (۷)

سفرائے الہی بنیان گزار عدالت اور انسان کی تکمیل کی سعی کرنے والے تھے ، حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت میں جناب عقیل (حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی بھائی) ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنی تھی دستی و پریشانی کا شکوہ کیا اور اصرار کیا کہ آپ مجھے میرے حق سے تھوڑا سا گیہوں زیادہ دیدیں ۔ حضرت علی علیہ السلام نے بہت سمجھایا ۔ جب ان کا اصرار بڑھتا گیا تو آپ نے ایک لوہے کے ٹکڑے کو گرم کر کے عقیل کے بدن سے قریب کیا ۔ عقیل تڑپ اٹھے ۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : اے عقیل! تمہاری ماں تمہارے ماتم میں بیٹھے ۔ تم تو اس آگ سے جس کو ایک انسان نے روشن کیا ہے اتنا بیتاب ہو گئے اور نالہ و فریاد کرنے لگے ۔ لیکن میں اس آگ سے نہ ڈروں ، جس کو قہر و غضب الہی نے روشن کیا ہو ؟ بھلا میں کیونکر اس کا متحمل ہو سکتا ہوں ؟ کیا یہ انصاف ہے کہ تم تو ذرا سا جسم کے متاثر ہو جانے پر داد و فریاد کرو اور میں عذاب الہی پر صبر کروں !؟ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا : خدا کی قسم اگر پوری دنیا کی حکومت مع اس کی دولت و ثروت کے اس شرط کے ساتھ میرے سپرد کی جائے کہ ایک چیونٹی کے منہ سے ظلم و ستم کے ساتھ جو کے چھلکے کو چھین لوں تو میں ہر گز قبول نہ کروں گا ۔ یہ پوری دنیا اور تمہاری محبت اس چیز سے کہیں پست ہے کہ اس کی خاطر میں کسی چیونٹی کو آزرده کروں !

امام حسین علیہ السلام نے یزیدی ظلم کے خلاف اور آئین عدالت و مقصد انسانیت کے لئے اتنا عظیم قدم اٹھایا تھا کہ آج بھی تاریخ بشریت کی پیشانی پر وہ اقدام روشن و منور ہے ۔

حوالہ

- ۱۔ سورہٴ کہف / ۵۹
- ۲۔ سورہٴ حدید / ۲۵
- ۳۔ سورہٴ مائدہ / ۸
- ۴۔ سورہٴ نساء / ۵۸
- ۵۔ نہج الفصاحة ص / ۶۶
- ۶۔ نہج الفصاحة ص / ۸
- ۷۔ نہج البلاغہ ص / ۸۷۷